اورنگزیب عالمگیر کا مسلم تشخص: اقبال کی نظر میں

* سلیم اللہ شاہ

Abatract

Aurangzeb Alamgir ruled over the greatest empire in the history of the sub-continent, stretching from the Central Asia to Chittagong. Dr. Muhammad Iqbal praised Aurangzeb both in his poetry and prose and showed his firm resolution to dissipate the misunderstanding and misconception projected by the Hindu and the European historians. Since these misconceptions were disseminated for their ulterior motives. The pivot of the idealogical harmony between Iqbal and Aurangzeb was their concept of the separate and distinct. Muslim Nationalism Iqbal considers Aurangzeb to be the founder of the concept of separate Muslim Nationalism which was elaborated in his poetry and prose and presented it, as a practical ideology in Allahabad Address.

Keywords: Aurangzaib Alamgir, Islamic History, Islamic Thought and Iqbal

ڈاکٹر محمد اقبال کے ہاں ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالم گیر سے گہری عقیدت و مودت کا اظہار ملتا ہے۔ وہ اورنگ زیب کو ہندستان کی اسلامی تاریخ کی ایک ایسی انقلاب آفرین شخصیت کے طور پر پیش کرتے ہیں، جس نے ہندستان میں مسلم قومیت کی پرداخت میں نہایت مؤثر کردار ادا کیا۔ وہ اس بات سے شاکی ہیں کہ بعض متعصب مؤرخین نے اورنگ زیب کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کیا ہے۔ یوں ان کے ہاں اس بات کا شدت سے احساس ملتا ہے کہ تاریخ کے صفحات پر پڑی ہوئی تعصب کی اس گرد کو صاف کر کے اورنگ زیب کے سیاسی اقدامات کی وجوہ اور اس کے کارناموں کو صحیح طور پر پیش کیا جائے۔

عطیہ فیضی کے نام ۳۰/ مارچ ۱۹۱۰ء کے مکتوب میں علامہ اقبال کی اورنگ زیب سے گہری وابستگی کا اظہار ملتا ہے اور وہ اورنگ زیب عالم گیر پر ایک یادگار نظم لکھنے کا ارادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس کے علاوہ مجھے واپسی پر اورنگ زیب کے مقبرے کی زیارت بھی کرنی تھی۔ جس پر ایک نہایت درد انگیز نظم لکھنے والا ہوں جو

* لیکچرر گورنمنٹ کالج، ٹاؤن شپ لاہور

اردو پڑھنے والوں کے لیے نہایت درجہ روح پرور ہوگی''۔(۱)

پھر ایک ہفتے بعد عطیہ فیضی کے نام اپنے خط محررہ ۷/اپریل ۱۹۱۰ء میں لکھتے ہیں:

''شاید حضرت اورنگ زیب عالم گیرؒ پر جن کے مرقد منور کی میں نے حال ہی میں زیارت کی سعادت حاصل کی ہے، میری آخری نظم ہوگی۔ میں یوں محسوس کرتا ہوں جیسے یہ نظم مجھ پہ فرض ہے۔ امید ہے کہ ایک دفعہ یہ نظم مکمل ہوجائے تو آنے والے وقتوں میں عرصہ تک زندہ رہے گی''۔(۲)

اقبال نے یہ نظم لکھی مگر بجائے اردو میں لکھنے کے فارسی میں لکھی، ان کی شہرہ آفاق مثنویاں **اسرار و رموز** جو آئندہ چند سال میں مکمل ہوئیں۔ اس الہامی کیفیت کا نتیجہ تھی جو اورنگ زیب کی تربت پر حاضری کے دوران ان پر طاری ہوئی۔۳؎ **شذرات فکر اقبال** جو ۲۷/اپریل ۱۹۱۰ء کو لکھنے شروع کیے گئے اور یہ سلسلہ چند ماہ تک جاری رہا۔ ان میں فکر اقبال کے کئی اہم گوشے سامنے آتے ہیں اور تصورات اقبال کے ابتدائی نقوش کی ایک واضح جھلک ملتی ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کے بارے میں ایک طویل شذرے میں اقبال لکھتے ہیں:

''سابقہ مسلم خاندانوں کی تاریخ نے اورنگ زیب پر یہ واضح کردیا تھا کہ ہندستان میں مسلمانوں کا اقتدار اس ملک کے باشندوں کی خیر خواہی پر اتنا مؤثر نہیں (جیسا کہ اس کے جدّ اکبر نے سوچا تھا) جتنا کہ حکمران قوم کی اپنی طاقت پر مبنی ہے۔ لیکن اپنے گہرے سیاسی شعور کے باوجود وہ اپنے اجداد کے کرتوتوں کے نتائج کو مٹا نہ سکا۔ سیواجی، اورنگ زیب عالم گیر کے عہد کی پیداوار نہیں تھا، اس کا وجود ان معاشرتی اور سیاسی عوامل کا مرہون منت ہے، جو اکبر کی حکمت عملی سے ظہور میں آئے۔ اورنگ زیب کا سیاسی فہم و ادراک صائب ہونے کے باوجود، بعد از وقت ثابت ہوا۔ تاہم اس سیاسی بصیرت کے پیش نظر اسے ہندستان میں مسلم قومیت کا بانی قرار دینا چاہیے''۔(۴)

اکبر کی ہندو نواز پالیسیوں کی وجہ سے مسلم قومیت کی شناخت کو گہرا نقصان پہنچا۔ ہندوؤں کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے مسلمانوں پر کھلے بندوں جور و ستم شروع کردیا۔ وہ مسلمان عورتوں کو زبردستی اپنے گھروں میں ڈال لیتے اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ وہ مسجدوں کو مسمار کر کے اپنی عمارتوں میں شامل کرنے لگے۔ **شاہ جہان نامہ** از عبدالحمید لاہوری، اورنگ زیب کے والد مغل بادشاہ شاہ جہان کی شاہی تاریخ ہے اور جو شاہ جہان کے حکم سے لکھی گئی، اس میں درج ہے: ''تابعد از ثبوت نساء مسلمہ را از تصرف کفار برآرد، ومساجد و عمارت آں ملاعین جدا سازد، او مطابق حکم بہ عمل آوردہ ہفتاد حرہ جاریہ مومنہ را از تصرف کفرہ فجرہ برآورد، دہر جا کہ مسجد در زیر عمارت

درآمدہ بود''۔(۵)

شاہ جہان کے زمانے میں ہندو مسلمانوں پر مذہبی جبر کرنے لگے تھے۔اورنگ زیب کے بڑے بھائی اورشاہ جہان کے چہیتے بیٹے داراشکوہ کے طرزِ عمل سے ان کی دیدہ دلیری اور بڑھ گئی۔ وہ اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کواپنے مذہبی علوم سکھاتے تھےاورایسی ترغیب دیتے تھے کہ دوردور سے مسلمان ان کے مدرسوں اور پاٹ شالوں میں آتے تھے۔عالمگیر نے (صرف)انھی مدرسوں کو بند کرایا تھا۔بدگمان مؤرخوں نے یہ لکھ دیا کہ ہندوؤں کےتمام مدرسےاورعبادت گاہیں ڈھادیں۔(۶)

اورنگ زیب عالم گیرکومسلم قومیت کی شناخت بچانے کے لیےاس طرح کے کئی اور اقدام کرنے پڑے،جن میں ایک جزیہ کا نفاذ بھی تھا۔جس کا بنیادی مقصد مسلم اور غیر مسلم قومیت کے فرق کو واضح کرنا تھا۔مسلمانوں سے زکوٰۃ،جبکہ غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:''جزیہ کوئی ناگوار چیز نہ تھی بلکہ غیر قوموں کے حق میں رحمت تھی،اس میں شک نہیں،ہندوؤں نے اس سے ناراضی ظاہر کی،لیکن یہ ظاہر ہے کہ جومحصول ایک مدت سے موقوف ہو چکا تھا،اس کا نئے سرے سے قائم کیا جانا کیونکر گوارہ ہوسکتا تھا۔''(۷)

مندرجہ بالا شذرے میں اقبال کا یہ کہنا کہ سیوا جی مرہٹہ اورنگ زیب کے عہد کی پیداوارنہیں تھا،مبنی برحقیقت ہے۔جس طرح چنگیز خان کی قیادت میں منتشر تاتاری قبائل ایک طوفانی قوت بن کر ابھرے اوراسلامی دنیا میں غارت گری کا بازارگرم کردیا،بالکل اسی طرح سیواجی کی قیادت میں مرہٹہ قبائل ایک مارشل قوم کےطور پر منظّم ہوئے۔ یہ اورنگ زیب جیسے زیرک اورنڈر آدمی کا ہی کارنامہ تھا کہ اس نے مرہٹوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کومنتشر کرکے ہندستان کے مسلمانوں کوایک بڑے فتنے سے بچالیا۔اقبال کی تائید مولانا شبلی نعمانی کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''مرہٹے شاہ جہان کے زمانے میں پوری قوت حاصل کر چکے تھے۔دکن سے مدراس تک سیکڑوں نہایت مضبوط اورسربفلک قلعےان کے قبضے میں تھے۔ان سب باتوں کےعلاوہ وہ ایک جدید زندہ قوم بن رہے تھےاوریہ اس کا عین عروج شباب تھا۔ایسی حالت میں عالم گیرکوان کا سامنا کرنا پڑا۔اب دیکھونتیجہ کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ عالم گیر کے جیتے جی سیوا جی مرگیا،سنبھا مارا گیا،رام راج آوارگی اور صحرانوردی کی نذر رہا،سنتا کا سرکٹ کردربار میں پہنچا۔غرض علم برداران بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دیے گئے۔تمام قلعہ جات پر قبضہ کرلیا گیااوردکن سے مدراس

تک سناٹا ہوگیا۔''(۸)

شذرات کے علاوہ اقبال نے اپنے خطبے ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر جو دسمبر ۱۹۱۰ء کو علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں پڑھا گیا تھا، میں اورنگ زیب کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا:

''عالم گیر جس کی زندگی اور کارنامے میری دانست میں ہندستان کی اسلامی قومیت کی نشو ونما کا نقطۂ آغاز ہیں......ان لوگوں کے نزدیک جنھوں نے اورنگ زیب کے حالات تاریخ ہند کے مغربی مؤرخین کی زبانی سنے ہیں، عالم گیر کا نام سفاکی وقساوت، جبر واستبداد، مکاری وغداری اور پولیٹیکل سازشوں اور منصوبوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ خلط مبحث کا خوف مانع ہے، ورنہ میں متعاصرانہ تاریخ کے واقعات کی صحیح تعبیر وتفسیر سے ثابت کرتا کہ عالم گیر کی پولیٹیکل زندگی کی وجوہ تحریک سراسر جائز وحق بجانب تھیں۔ اس کے حالات زندگی اور اس کے عہد کے واقعات کا بنظر انتقاد مطالعہ کرنے کے بعد مجھے یقین واثق ہوگیا ہے کہ جو الزامات اس پر لگائے جاتے ہیں، وہ واقعات متعاصرہ کی غلط تعبیر اور ان تمدنی سیاسی قوتوں کی غلط فہمی پر مبنی ہیں، جو ان دنوں سلطنت اسلام کے طول وعرض میں عمل کر رہی تھیں۔ میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالم گیر کی ذات نے ڈالا ہے، ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا یہ مقصد ہونا چاہیے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں''۔(۹)

علامہ محمد اقبال، اورنگ زیب پر لگائے گئے الزامات کی تردید کرتے ہوئے انھیں مغربی مؤرخین کی غلط تعبیرات قرار دیتے ہیں۔ معروف مؤرخ ڈاکٹر اوم پرکاش بھی علامہ اقبال کی اس رائے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اورنگ زیب کے بارے میں سب سے زیادہ متعصّبانہ رویہ انگریزی عہد کے مؤرخین نے اپنایا۔ ایلیٹ اور ڈاؤسن نامی دو انگریز مؤرخوں نے اپنی کتابوں میں مسلم سیاحوں کے سفرناموں اور مسلم مؤرخوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اپنے ترجمے میں ان مؤرخوں نے خاص طور پر اس بات کا دھیان رکھا کہ وہی باتیں انگریزی میں ترجمہ کی جائیں، جن سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان معاشرتی، معاشی اور خاص طور سے مذہبی زاویہ نظر سے اختلاف پیدا ہو...... دوسری کتاب مشہور تاریخ داں جادو ناتھ سرکار کی لکھی ہوئی ہندی اور انگریزی زبانوں میں موجود ہیں۔ ویسے سر کا خطاب انگریزوں نے زیادہ تر ایسے ہی لوگوں کو دیا، جنھوں نے انگریزوں کے خیالات کا خیر مقدم کھول کر کیا۔ (جادو ناتھ) سرکار صاحب کوئی ایسا قدم اٹھانے سے باز نہیں آتے ہیں، محض یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اورنگ زیب مغلیہ عہد کا بدترین بادشاہ تھا''۔(۱۰)

ممتاز دانش ور طارق جان کی نظر میں: ''اورنگ زیب کا اصل جرم کچھ اور ہے جس کے لیے ہر ڈھنگ کے سیکولر عناصر، خواہ وہ ہندو ہوں، مغربی مؤرخین ہوں یا نام نہاد مسلمان پاکستانی سیکولر، اسے کبھی نہیں بخشیں گے کہ اس نے ہندو دلدل میں پھنسے مسلمانوں کا تشخص بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی'' ۔(۱۱)

جہاں تک اورنگ کے ہندو دشمن ہونے کا تعلق ہے تو بیسویں صدی میں ملکیت کے مقدمات کے سلسلے ہندستانی عدالتوں میں ایسے فرامین اور کئی دوسری جگہوں پر ایسی دستاویزات سامنے آئی ہیں، جن سے اورنگ زیب کی طرف سے مندروں اور دھرم شالوں وغیرہ کی مالی اعانت کا ثبوت ملتا ہے۔ معروف مؤرخ ستیش چندر لکھتے ہیں: اپنی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں ہی اونگ زیب نے شریعت کے حکم کے مطابق ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں کے مندروں اور گرجا گھروں کا احترام کیا۔ اس نے ایک قانون بنایا کہ کوئی پرانا مندر منہدم یا مسمار نہ کیا جائے۔ نئے مندورں کی تعمیر پر تو اس نے پابندی لگائی، لیکن پرانے مندروں کی نہ صرف اجازت دی بلکہ انھیں اس مقصد کے لیے مالی امداد بھی دی'' ۔(۱۲)

اورنگ زیب پر ایک بڑا الزام بنارس کے کاشی وشوناتھ مندر کے توڑنے کا ہے، اس بارے میں سیتارام نے اپنی کتاب ''دی فیدرس اینڈ دی اسٹونز'' میں تاریخی انکشاف کیا ہے جس کا حوالہ بی۔ این پانڈے نے خدابخش میموریل اینول لیکچرز، پٹنہ ۱۹۸۶ء میں دیا ہے۔ ان کے مطابق:

''کچھ کی آٹھ مہارانیاں، کاشی وشوناتھ میں درشن کرنے گئیں۔ ان میں سے ایک حسین رانی کو مہنتوں نے اغوا کر لیا۔ کچھ کے راجا نے اس بات کی اطلاع اورنگ زیب کو پہنچائی۔ پہلے تو اورنگ زیب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ ہندوؤں کا آپسیں معاملہ ہے۔ لیکن جب کچھ کے راجہ نے کافی منت سماجت کی تو اورنگ زیب نے چند ہندو سپاہیوں کو واقعے کی چھان بین کے لیے بھیجا۔ ان سپاہیوں کو مہنت کے آدمیوں نے مار پیٹ کر بھگا دیا۔ اورنگ زیب کو سپاہیوں کے ساتھ کیے گئے اس برتاؤ پر ناگواری ہوئی۔ اس نے دوبارہ کچھ اہل اور بہتر جوانوں کو اصل واقعات معلوم کرنے کی غرض سے بھیجا، لیکن مندر کے پجاریوں نے اس دفعہ بھی ڈٹ کر مخالفت کی۔ مغل فوجیوں نے مقابلہ کیا۔ مندر کے اندر فوجیوں اور پجاریوں کے درمیان لڑائی کے نتیجے میں مندر تباہ ہوا۔ فوجی جب مندر کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے تو انھوں نے گم شدہ رانی کی تلاش شروع کر دی۔ تلاش کے دوران خاص دیوتا کے پیچھے ایک سرنگ کا پتہ چلا، جس سے انتہائی ناگوار بو آ رہی تھی۔ دو دن تک دوا چھڑک کر اس بو کو ختم کیا گیا اور فوجی برابر پہرہ دیتے رہے۔ تیسرے دن فوجیوں نے سرنگ سے عورتوں کی گلی

سڑی لاشیں برآمد کیں۔ کچھ کی لاپتہ رانی کی برہنہ لاش ملی۔اجتماعی آبروریزی کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئی تھی۔ بڑے پجاری کو گرفتار کیا گیا اوراسے سخت سزادی گئی۔(۱۳)

جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ اورنگ زیب نے باپ کو قید کردیا اور بھائی داراشکوہ کو قتل کروادیا تو تاریخی حقائق وواقعات کے غیر جانبدارانہ جائزے سے حقیقت حال کھل کرسامنے آجاتی ہے۔ داراشکوہ کے اورنگ زیب سے مناقشے کے دو پہلو ہیں یعنی مذہبی اور سیاسی۔ جوگیوں، پنڈتوں اور سنیاسیوں سے رابطے بڑھانے نیز اپنشد اور بھگوت گیتا وغیرہ کے گہرے مطالعے کے بعد داراشکوہ ہندو مذہب سے بہت حد تک متاثر ہوچکا تھا۔اس کا نظریاتی رجحان بھی واضح ہورہا تھا کہ اسلام اور ہندومت میں اصطلاحات کے علاوہ کوئی اور فرق نہیں۔ چنانچہ اس کے افکار واعمال سے یہ تاثر ملتا تھا کہ اس کے بادشاہ بننے سے دین کی نئی نئی تاویلیں ہوں گی اور اکبر بادشاہ کا دورلوٹ آئے گا۔داراشکوہ کے ہندو مذہب سے متاثر عقائد کی وجہ سے اس کے ملحد ہونے کا چرچا عام تھا۔اورنگ زیب کا دوسرا بھائی مراد اپنے ایک خط میں عالم گیر کو لکھتا ہے:''ملحد (داراشکوہ) خود تقلید خط اقدس (شاہ جہاں) را بہ مرتبہ کمال رسانیدہ برفرامین دستخط می کند''۔(۱۴)

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:''داراشکوہ کا یہ حال تھا کہ علانیہ ہندوپن کا اظہار کرتا تھا۔''(۱۵)

داراشکوہ نے اپنشدوں کا جو ترجمہ کیا۔اس میں وہ صاف لکھتا ہے کہ قرآن مجید اصل میں اپنشد ہے۔ چنانچہ سرِّ اکبر کے دیباچے میں وہ لکھتا ہے:''پس تحقیق کہ کتاب مکنون ایں کتاب قدیم باشد۔''(۱۶)

داراشکوہ کو جو سزائے موت سنائی گئی،اس کی وجہ سیاسی نہیں مذہبی تھی، جیسا کہ برنئے لکھتا ہے:''اس پر الحاد اور بے دینی کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور مرتد قرار دے کر اسے علما کی طرف سے سزائے موت سنادی گئی''۔(۱۷)

جہاں تک اورنگ زیب کی داراشکوہ کے ساتھ اقتدار کی کشمکش کا تعلق ہے تو اس میں بھی پہل داراشکوہ کی طرف سے ہوئی تھی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اورنگ زیب اہلیت کے اعتبار سے اپنے بھائیوں میں تخت سنبھالنے کا سب سے زیادہ حق دار تھا،خود شاہ جہان کو احساس تھا۔شاہ جہان نے ایک روز مردان خان اور سعداللہ خان کو خلوت خاص میں کہا:''مہین پور (داراشکوہ) شان وشوکت کے اسباب اور تجمل وآرائش کے سامان رکھتا ہے،لیکن وہ نیکوں کا دشمن اور بروں کا دوست واقع ہوا ہے:

با بداں نیک و بد با نیکاں است

اورنگ زیب کے بھائی]شجاع میں صرف سیر چشمی کا وصف ہے،مراد مجہول الکیفیت اور کھانے پینے کا

شوقین ہے، شراب میں ہمیشہ مست رہتا ہے، اورنگ زیب صاحب عزم اور مال اندیش ہے، اس حکومت کا بوجھ اٹھائے گا۔'' (۱۸)

مولانا شبلی نعمانی کے مطابق: ''داراشکوہ نے بھائیوں کے درمیان اقتدار کی کشمکش میں پہل کرتے ہوئے دربار میں عالم گیر کے وکیل کا گھر ضبط کر کے اسے قید کر دیا۔ عالم گیر جب بیجاپور کے محاصرے میں مشغول تھا تو تمام افسروں کو، جو اس کے ساتھ تھے، بلوالیا۔ بغیر اس کے کہ کسی شہزادے کی طرف سے پیش قدمی ہو۔ مراد عالم گیر اور شجاع کے مقابلے کے لیے فوجیں روانہ کیں'۔ (۱۹) مغلوں میں بھائیوں کے درمیان اقتدار کی کشمکش کا انجام بڑا دردناک رہا ہے۔ خود شاہ جہان نے اپنے بھائیوں داور بخش، شہریار اور حقیقی بھتیجوں ہوشنگ وغیرہ کو قتل کرا دیا تھا۔ (۲۰)

اورنگ زیب کی مخالفت میں کمربستہ ڈاکٹر برنیئے بھی لکھتا ہے: ''اب صرف دو ہی باتیں تھیں: موت یا سلطنت اور جس طرح شاہ جہاں خاص اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا، اسی طرح ان (اورنگ زیب اور دوسرے بھائیوں) کو یقین تھا کہ اگر ہم ناکام رہے تو غالب اور فتح یاب ہم کو ضرور قتل کرا دے گا۔'' (۲۱) اس دور کے سیاسی حالات وواقعات کے تجزیے سے شاہ جہان کی قید کا عقدہ بھی کھل جاتا ہے۔ بیٹوں کے درمیان اقتدار کی کش مکش میں غیر جانبدارانہ یا مصالحانہ رویہ اختیار کرنے کے بجائے شاہ جہان نے کھل کر داراشکوہ کا ساتھ دیا۔ مہابت خان کے نام اپنے ایک خط میں شاہ جہان لکھتا ہے: ''مناسب ہے کہ مہابت خان ایسا بہادر آراستہ لشکر لے کر عزیمت کرے اور جلد لاہور پہنچ کر داراشکوہ بابا کی رفاقت اور مدد کرے اور ان دونوں (مراد اور اورنگ زیب) نابرخورداران کو جزائے اعمال تک پہنچانے کی کوشش کرے۔'' (۲۲) شاہ جہان نے مراد کو خط لکھا: ''اگر وہ اورنگ زیب کو قتل کر دے تو اسے بادشاہ بنا دیا جائے گا۔'' (۲۳)

شاہ جہان نے عالم گیر کو ملاقات کے لیے کئی خطوط لکھے۔ عین اس وقت جب اورنگ زیب اپنے مصاحبین کے منع کرنے کے باوجود ملاقات کا سوچ رہا تھا کہ محکمہ خفیہ کے ہاتھوں ناہر دل خاں نامی چیلا گرفتار ہوا۔ اور اس سے داراشکوہ کے نام شاہ جہان کا خط برآمد ہوا، جس میں لکھا تھا: تم (داراشکوہ) مطمئن ہو کر دلی سے آگے نہ بڑھو اور وہیں قیام کرو۔ ہم یہاں قصہ فیصل کیے دیتے ہیں۔ (۲۴) ڈاکٹر برنیئے کے مطابق: ''اس محتاط شہزادے (اورنگ زیب) نے بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعے میں جانے کی جرأت نہ کی۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ جہاں آرا بیگم کسی وقت بھی بادشاہ سے جدا نہیں ہوتی اور اس کے مزاج پر اس قدر حاوی ہے کہ جو کچھ وہ

چاہتی ہے، وہی ہوتا ہے اور یہ پیغام اسی کا ایک چکمہ ہے۔اس نے قلماقینوں (تاتاری عورتیں) میں سے جو محل میں چوکی پہرہ کے کام پر متعین رہتی تھیں، میں سے کچھ قوی ہیکل مسلح عورتیں اس مقصد کے لیے لگا رکھی تھیں کہ جب وہ (اورنگ زیب) قلعے میں داخل ہو تو فوراً اس پر آن پڑیں۔''(۲۵)

شاہ جہان کی طرف سے درپیش خطرات اور اس کے معاندانہ رویے کے بعد اگر اورنگ زیب حفظ ماتقدم کے طور پر اسے اس کے اپنے ہی محل میں شاہی سہولیات کے ساتھ سیاسی طور پر محدود کر دیتا ہے تو یہ کوئی جرم نہیں ہے کہ جس پر اورنگ زیب کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔ ویسے بھی شاہ جہان اپنی بیماری کی وجہ سے معذوری کی کیفیت میں تھا۔ اور داراشکوہ نے پہلے ہی تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔ اورنگ زیب کو مجبوراً یہ قدم اٹھانا پڑا، ورنہ اس کا باپ کے ساتھ رویہ احترام سے خالی نہ تھا جیسا کہ ڈاکٹر برنیئے لکھتا ہے: اورنگ زیب کا شاہ جہان کے ساتھ برتاؤ، مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان وہ اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطر داری کرتا۔(۲۶)

اورنگ زیب شاہ جہان سے اپنی وفاداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جب تک اقتدار آپ کے پاس تھا، آپ کی اطاعت مجھ پر فرض تھی۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میں نے اپنے اختیارات سے کبھی تجاوز نہیں کیا، لیکن جب آپ بیمار ہو گئے تو شہزادے (داراشکوہ) نے آپ کے اختیارات سلب کر لیے۔ اس نے پیغمبر اسلام ﷺ کے دین کی جگہ ہندوؤں کا بت پرستانہ مذہب پھیلانا شروع کر دیا۔ جس سے سلطنت میں بے چینی پھیل گئی........... چنانچہ میں برھان پور سے چل پڑا کہ کہیں یوم آخرت اللہ تعالیٰ مجھے ذمہ دار نہ ٹھہرائے کہ میں نے فساد کو کیوں نہیں دبایا۔''(۲۷)

تاریخی حالات وواقعات کے اس اجمالی جائزے سے اقبال کے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ: ''اورنگ زیب پر لگائے جانے والے الزامات واقعات متعاصرہ کی غلط تعبیرات کے علاوہ اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔''(۲۸) بعض ہندو اور انگریز مؤرخین کی طرف سے اورنگ زیب کی شخصیت کے خلاف اس زبردست پراپیگنڈے کے پس پردہ مخصوص سیاسی عزائم ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ اصل مقصد یہ تھا کہ اورنگ زیب کی شخصیت کو خود مسلمانوں کے اندر اس قدر متنازع بنا دیا جائے کہ اس کا فکری اور نظریاتی تشخص نمایاں نہ ہو سکے، جو ہندستان کے مسلمانوں کے لیے ایک قیمتی قومی اثاثہ ثابت ہو سکتا تھا۔

اورنگ زیب کا یہ وہ فکری اور نظریاتی تشخص ہی تھا، جس کی بازیافت کی اقبال بات کرتے نظر آتے ہیں۔ اقبال کے یہاں اورنگ زیب کی شخصیت کے دو پہلوؤں کو خاص طور پر اجاگر کیا گیا ہے۔ ان میں سے

ایک ''صاحب فقر'' ہونے کی حیثیت سے اس کی پہچان ہے اور دوسرا ہندستان میں جداگانہ مسلم قومیت کے بانی کے طور پر اس کا کردار۔

اقبال کے نظام فکر میں ''فقر'' کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ان کے یہاں ''فقر'' کا تصور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سیرت کا نمونہ ہے۔جن کے نزدیک ''فقر و سلطنت'' میں کوئی امتیاز نہ تھا اور وہ شاہی میں بھی فقیری کے آداب سے غافل نہ تھے۔اورنگ زیب کی شخصیت کی صورت میں اقبال کو ایک ایسا کردار نظر آتا ہے، جسے وہ ہندستان کے مسلمانوں کے سامنے ''صاحب فقر'' کے طور پر پیش کر سکیں۔جیسا کہ وہ کہتے ہیں: ''میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالم گیر کی ذات نے ڈالا ہے۔ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے۔'' (۲۹) مثنوی رموز بے خودی میں اورنگ زیب کے فقر کو قابل تحسین مثال قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

حق گزید از ہند عالم گیر را   آں فقیر صاحب شمشیر را
در صف شہنشہاں یکتا ستے   فقر او از تربتش پیدا ستے
روزے آں ریبندہ تاج و سریر   آں سپہدار و شہنشاہ و فقیر (۳۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہندستان میں عالم گیر کو منتخب فرمایا۔وہ عالم گیر جو فقیر صاحبِ شمشیر تھا۔وہ شہنشاہوں میں یکتا ہے، اس کا فقر اس کی قبر سے ظاہر ہے۔وہ زینت تخت و تاج۔وہ جو ایک ہی وقت میں سپہ سالار، شہنشاہ اور فقیر تھا۔

بقول سید عبدالواحد معینی: ''عالم گیر کے فقر کی طرف اشارہ کر کے علامہ نے دراصل اس مرد مومن کے عالی مقام کو واضح کر دیا ہے۔'' (۳۱) اورنگ زیب کے صاحب فقر ہونے پر اس کے حمایتی اور مخالفین سب متفق ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں: ''اورنگ زیب اپنے ذاتی کردار میں بہت سی خصوصیات کا حامل تھا۔اس کی زندگی سادہ اور درویشانہ تھی۔'' (۳۲) اورنگ زیب اوامر اور نواہی کا نہایت پابند تھا، ہمیشہ باوضو رہتا، ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھتا، ہفتے میں ہمیشہ تین روزے رکھتا اور عمر بھر عیش و نشاط کی محفلوں سے دور رہا۔'' (۳۳)

ان شخصی اور ذاتی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اورنگ زیب نے ایک شہنشاہ کی حیثیت سے بھی فقیرانہ زندگی بسر کی۔اس کے نزدیک اقتدار یا بادشاہت کی حیثیت ایک امانت کی تھی۔اس لیے وہ شاہی خزانے کو کبھی اپنے ذاتی تصرف میں نہیں لاتا تھا۔اس کے ذاتی اخراجات ٹوپیوں کے مختانے اور قرآن پاک کی کتابت سے پورے ہوتے تھے۔جس کی تصدیق اورنگ زیب کے وصیت نامے سے بھی ہوتی ہے۔اس میں وہ لکھتے ہیں: میری سی ہوئی ٹوپیوں کی قیمت میں سے چار روپے دو آنہ مہال دار آیا بیگا کے پاس ہیں۔اس رقم کو لے کر اس بے سہارا انسان پر چادر

ڈالنے میں صرف کرو۔ میرے ذاتی خرچ کی تحصیل میں قرآن نقل کرنے کے محنتانے کے تین سو پچاس روپے ہیں۔ میری موت کے دن انھیں مسکینوں میں تقسیم کردینا۔'' (۳۴) اورنگ زیب کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخے آج بھی ہندستان میں موجود ہیں۔'' (۳۵) یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جہاں دیگر حکمران تفریح کے لیے جو وقت شکار اور طرب و مستی کے دیگر ذرائع میں ضائع کرتے تھے، اورنگ زیب اس وقت کو قرآن پاک کی کتابت میں صَرف کر کے قلبی اطمینان حاصل کرتا تھا۔ وہ شکار کو ''کارِ بے کاراں'' قرار دیتا تھا اور اپنے زہد وتقویٰ کی وجہ سے غیر شرعی تفریحات سے دور رہتا تھا۔

اورنگ زیب کے جس کارنامے کو اقبال کے ہاں سب سے زیادہ پذیرائی ملی، وہ اس کے ہاتھوں ہندستان میں جداگانہ مسلم قومیت کی تشکیل ہے۔ اس حوالے سے وہ اقبال کے پیش رو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جداگانہ مسلم قومیت کی شناخت کے لیے جزیہ کے نفاذ سمیت اورنگ زیب کے دیگر اقدامات کی تعریف کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں: ''سیاسی بصیرت کے پیش نظر اسے [اورنگ زیب کو] ہندستان میں مسلم قومیت کا بانی قرار دینا چاہیے۔'' (۳۶)

اکبر کے ہندوؤں کے ساتھ خصوصی روابط اور اس کے لادینی طرز حکومت کی وجہ سے ہندستان میں مسلمانوں کی قومی شناخت متاثر ہوئی۔ وہ اب ایک نئے خطرے سے دوچار ہوئی تھی۔ داراشکوہ جو ہندو مذہب سے بے حد متاثر تھا اور اس کے ہندو پنڈتوں اور جوگیوں سے عقیدت مندانہ مراسم تھے، وہ اسلام اور ہندومت کے ادغام کے لیے ''دین الٰہی'' کی طرز کے کسی نئے تجربے کے لیے پر تول رہا تھا۔ یہ اورنگ زیب کی شخصیت ہی تھی جس کے ہاتھوں داراشکوہ کی شکست کی وجہ سے ایک بہت بڑی الحادی تحریک پروان نہ چڑھ سکی کہ جس سے ہندستان میں مسلم قومیت کے عناصر ترکیبی بکھر جانے کا اندیشہ تھا۔ ہندستان میں اسلام کے تحفظ اور جداگانہ مسلم قومیت کی شناخت کے لیے اورنگ زیب کی کوششوں کو سراہتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

درمیاں کارزار کفر و دیں   ترکش ما را خدنگ آخریں
تخم الحادے کہ اکبر پرورید   باز اندر فطرت دارا دمید
برق تیغش خرمن الحاد سوخت   شمع دیں در محفل ما بر فروخت
شعلۂ توحید را پروانہ بود   چوں براہیمؑ اندریں بتخانہ بود ۳۷

ترجمہ: وہ کفر و دین کی جنگ میں ہمارے ترکش کا آخری تیر تھا۔ اکبر نے الحاد کے جس فتنے کی بنیاد ڈالی، وہ داراشکوہ

کے طور طریقوں کی صورت میں دوبارہ سر اٹھا رہا تھا۔ اورنگ زیب کی تلوار الحاد کے خرمن پر بجلی بن کر گری اور اسے خاکستر کر دیا۔ اس نے ہمارے درمیان دین کی شمع روشن کی۔ وہ شمع توحید کا پروانہ تھا اور بت خانۂ ہند کا ابراہیمؑ ثابت ہوا۔

''ترکش ما را خدنگ آخریں'' اس اکیلے مصرعے میں اقبال نے جس بلیغ انداز میں اورنگ زیب کو خراج عقیدت پیش کیا ہے شاید اس سے بہتر اورنگ زیب کی شخصیت پر تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔

اقبال کی پوری زندگی جداگانہ مسلم قومیت کے نظریے کی تفہیم و تشریح میں گزری۔ اس نظریے کو عملی صورت دینے کے لیے انھوں نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔ اقبال کے نزدیک چونکہ اورنگ زیب نے ہندستان کی ہزار سالہ مسلم حکمرانی کی تاریخ میں پہلی بار اس نظریے کا ریاستی سطح پر نفاذ کر کے مسلمانوں کے ملی مفاد کو اپنی سیاسی ترجیحات میں اولیت دی، اس لیے وہ بجا طور پر بت خانۂ ہند کے ابراہیم کہلانے کے روادار ہیں۔ اقبال نے اورنگ زیب کو ہندستان میں مسلم قومیت یا دو قومی نظریے کا بانی قرار دے کر تحریک پاکستان میں ابدی طور پر اس کا کردار متعین کر دیا ہے۔ یہی وہ کردار ہے جس کی وجہ سے اورنگ زیب ہندوؤں اور دیگر اسلام مخالف لوگوں کے نزدیک مطعون ٹھہرا۔

حواشی

۱۔ ضیاءالدین احمد برنی (مترجم): **اقبال از عطیہ فیضی**، اقبال اکیڈمی کراچی، ۱۹۵۶ء، ص ۶۶

۲۔ ایضاً، ص ۷۲

۳۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار: **اقبال کا ذہنی و فکری ارتقا**، بزم اقبال لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۴۵

۴۔ ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال: (مرتب) **شذراتِ فکر اقبال** (ترجمہ: افتخار احمد صدیقی) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۹۷، ۹۸

۵۔ عبدالمجید لاہوری: **شاہ جہان نامہ**، جلد دوم، مطبوعہ کلکتہ، ص ۱۲۵-۱۲۶

۶۔ شبلی نعمانی: **اورنگ زیب عالم گیر** مشمولہ: **اورنگ زیب عالم گیر**، مرتبہ: ڈاکٹر مبارک علی، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۷۹

۷۔ ایضاً، ص ۷۷

۸۔ ایضاً، ص ۵۷-۵۸

۹۔ علامہ شیخ محمد اقبال: **ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر**، بزم اقبال لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۲۱

۱۰۔ ڈاکٹر اوم پرکاش شاد: **اورنگ زیب اور اس کا نظریہ** مشمولہ: **اورنگ زیب عالم گیر**، مرتبہ: ڈاکٹر مبارک علی، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۲-۱۴۳

۱۱۔ طارق جان:سیکولرازم ،مباحث اور مغالطے ،منشورات لاہور،۲۰۱۳ء،ص۲۳۱

۱۲۔ بحوالہڈ اکٹراوم پرکاش شاد:اورنگ زیب اوراس کا نظریہ مشمولہ:اورنگ زیب عالم گیر ،مرتبہ: ڈاکٹرمبارک علی،فکشن ہاؤس لاہور،۲۰۰۰ء،ص۱۶۹

۱۳۔ ایضاً،ص۱۷۱-۱۷۲

۱۴۔ بحوالہ شبلی نعمانی:اورنگ زیب عالم گیر مشمولہ:اورنگ زیب عالم گیر، مرتبہ:ڈاکٹرمبارک علی، فکشن ہاؤس، لاہور،۲۰۰۰ء،ص۹۲

۱۵۔ ایضاً،ص۷۳

۱۶۔ داراشکوہ:سر اکبر ،مخطوطہ کلکتہ یونی ورسٹی لائبریری ومخطوطہ۱۰۳/E ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ومخطوطہ نمبر۵۰ نظام اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد

۱۷۔ فرانسوابرنئے:سفرنامہ مغل سلطنت (انگریزی ترجمہ) آکسفورڈیونی ورسٹی پریس،لندن،ص۹۸

۱۸۔ بحوالہ محمدسلیم:داراشکوہ،مکتبہ کاررواں لاہور،۱۹۹۵ء،ص۲۴

۱۹۔ شبلی نعمانی:اورنگ زیب عالم گیر مشمولہ:اورنگ زیب عالم گیر، مرتبہ:ڈاکٹرمبارک علی،فکشن ہاؤس لاہور،۲۰۰۰ء،ص۸۹

۲۰۔ ایضاً،ص۱۰۰

۲۱۔ بحوالہ ایضاً،ص۹۲

۲۲۔ سیدنجیب اشرف ندوی(مرتب):رقعات عالم گیر۔مطبع معارف اعظم گڑھ،انڈیا،ص۳۰۹

۲۳۔ بحوالہڈ اکٹراوم پرکاش شاد:اورنگ زیب اوراس کا نظریہ مشمولہ:اورنگ زیب عالم گیر ،مرتبہ: ڈاکٹرمبارک علی،فکشن ہاؤس لاہور،۲۰۰۰ء،ص۱۵۱

۲۴۔ شبلی نعمانی:اورنگ زیب عالم گیر مشمولہ:اورنگ زیب عالم گیر، مرتبہ:ڈاکٹرمبارک علی،فکشن ہاؤس لاہور،۲۰۰۰ء،ص۹۴

۲۵۔ بحوالہ ایضاً،ص۹۵

۲۶۔ بحوالہ ایضاً،ص۹۷

۲۷۔ رقعات عالم گیر،ص۲۱۲

۲۸۔ ملت بیضاپرایک عمرانی نظر،ص۲۱

۲۹۔ ایضاً،ص۲۱

۳۰۔ علامہ محمد اقبال: کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۹۸

۳۱۔ عبدالواحد معینی: نقش اقبال، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۱۰۷

۳۲۔ اورنگ زیب عالم گیر (دیباچہ) ص ۱۳

۳۳۔ ایضاً، ص ۱۲۴

۳۴۔ ایضاً، ص ۲۲۹

۳۵۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ص ۸، بقیہ ۱۷، ۲۹/ اکتوبر ۲۰۰۷ء

۳۶۔ شذراتِ فکر اقبال: ص ۹۸

۳۷۔ کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۹۸